اسلامی قانونِ تعزیرات

نفس انسانی کے خلاف جرائم کا اقدام

ڈاکٹر عبدالعزیز عامر
ترجمہ: معروف شاہ شیرازی

(۱۱)

اس سے قبل ہم نے ان جرائم سے بحث کی ہے جن کا ارتکاب انسانی جان اور جسم کے خلاف کیا جاتا ہے، خواہ وہ عمداً سرزد ہوئے ہوں یا خطاءً۔ اس کے بعد عمدی جرائم کی ان صورتوں کا ذکر ہوا جن میں کسی وجہ سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے۔ نیز یہ بھی بیان ہوا کہ اگر جرم خطاءً سرزد ہوا ہو تو اس صورت میں دیت اور تاوان واجب ہوگا وغیرہ۔ لیکن یہ تمام جرائم مکمل تھے ہم نے وہاں غیر مکمل جرم سے بحث نہیں کی تھی۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جرم کی اس قسم سے بحث کی جائے۔ یاد رہے کہ اقدام جرم (ATTEPMT OF CRIME) کا تعلق ہمیشہ ان جرائم سے ہوتا ہے جن کا ارتکاب عمداً کرنا مطلوب ہو۔ کیونکہ غیر عمدی جرائم کے سلسلے میں اقدامِ جرم ناقابلِ تصور ہے۔ اقدام جرم کی صورت یہ ہوتی ہے کہ فاعل کے ذہن میں ایک خاص منصوبہ ہوتا ہے جسے وہ بروئے کار لانے کے لیے جدوجہد کرتا ہے اور یہ صرف ان جرائم میں ہو سکتا ہے جن کا ارتکاب عمداً مطلوب ہو۔ لہٰذا اس مقالے میں بحث کا دائرہ صرف ان جرائم تک محدود ہوگا جو عمدی ہوں اور جو تکمیل پذیر نہ ہو سکے ہوں۔

دوم مرحلہ: سوچنا اور منصوبہ بنانا:

اسلامی قانون کسی ایسے شخص کو سزا نہیں دیتا جس نے کسی جرم کے بارے میں فقط سوچا ہو۔ یا اس کے ارتکاب کے لیے منصوبہ بنایا ہو۔ الّا یہ کہ مجرم ارادۂ جرم اور جرم کے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے

کے لیے کوئی کارروائی بھی کرے۔ نیز اسلامی قانون میں ایسے افعال پر بھی سزا نہیں دی جاتی جو کسی جرم کی تیاری کے سلسلے میں کیے جاتے ہیں، اور جو بظاہر اس جرم ہی سے متعلق ہوتے ہیں۔ غرض اقدام جرم کے اس سلسلے میں جرم کو سزا دینے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس نے جرم کے ارتکاب کے سلسلے میں کوئی ٹھوس کام بھی کیا ہو۔ مثلاً یہ کہ ایک شخص ارادۂ قتل سے دوسرے پر تلوار اٹھائے۔ یا قتل کے آلے کو اس کی طرف سیدھا کر کے اس پر وار کرنے کا قصد کرے یا چھری اور ڈنڈے سے اُسے مارنے کی کوشش کرے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک حدیث میں فرماتے ہیں ان اللہ تجاوز عن امتی ماحدثت بہ انفسھا ما لم تعمل او تتکلم[۱] اللہ تعالیٰ نے میری امت کے ان تمام بُرے خیالات کو معاف کر دیا ہے جو دل میں پیدا ہوں۔ جب تک کہ ان پر عمل نہ کیا جائے یا انہیں زبان پر نہ لایا جائے۔ یعنی اس دنیا میں کسی جرم کا ارادہ کرنے اور اس کے لیے منصوبہ بنانے پر کسی کو سزا نہیں دی جا سکتی۔ سزا اسی وقت دی جا سکتی ہے جب کہ کوئی شخص اپنے اس خیال اور منصوبے کو عملی جامہ پہنائے اور اپنے خیال وارادہ کو نافذ بھی کر دے[۲]

ارتکاب جرم کی تیاری پر سزا اس لیے نہیں ہے کہ محض تیاری سے یقینی طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا کہ مجرم یہ تیاری ارتکاب جرم ہی کے لیے کر رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ یہ تیاری وہ کسی اور مقصد کے لیے کر رہا ہے جو اس کی نوعیت مجرمانہ نہ ہو۔ اور اگر قرائن سے اس کا ارادہ معلوم بھی ہو جائے تو بھی ایسے افعال پر سزا نہیں ہے کیونکہ تیاری کی نوعیت بتا رہی ہو کہ مجرم ارتکاب جرم کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور اس کے یہ افعال ارتکاب جرم کے مقدمات ہیں۔ کیونکہ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ان افعال کے بعد لازماً جرم کا صدور ہو جائے۔ ان کے اور ارتکاب جرم کے درمیان کافی فاصلہ ہوتا ہے۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ارتکاب کرنے والا اپنے ارادے سے باز آ جائے۔

ارتکابِ جرم کا آغاز

گر ارادۂ جرم کے بعد مجرم اس کا ارتکاب کرنے کی غرض سے کچھ ٹھوس اور خارجی افعال کا ارتکاب بھی کرے۔ جو ارتکاب جرم کا آغاز معلوم ہوتے ہوں، تو اس صورت میں یہ ارادہ ایک سنگین شکل اختیار کر لیتا ہے

---

[۱] روح المعانی، تفسیر علامہ آلوسی، ج ۱ ص ۵۰۸، طبع ۱۳۰۱ھ ——— [۲] سبل السلام ج ۳ ص ۲۱۶-۲۱۷ طبع ۱۳۵۷ھ مطبع استقامہ قاہرہ۔

اور اس سے صاحب ارادہ کی مجرمانہ ذہنیت کھل کر سامنے آجاتی ہے کیونکہ اس نے اپنے ارادے کو بروئے کار لانا شروع کر دیا ہے، تو اس صورت میں اگر وہ اپنے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے میں ناکام بھی رہتا ہے تب بھی تعزیر کا مستحق ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ "جب دو مسلمان ایک دوسرے پر تلوار سونت لیں تو قاتل اور مقتول دونوں آگ میں ہوں گے" اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے "جب دو مسلمانوں میں سے ایک اپنے بھائی پر ہتھیار اٹھاتا ہے تو وہ دونوں جہنم کے کنارے پر ہوتے ہیں۔ جب ان میں سے ایک دوسرے کو قتل کر دیتا ہے تو وہ دونوں آگ میں داخل ہو جاتے ہیں" لوگوں نے آپ سے سوال کیا کہ ان میں سے ایک تو قاتل ہے، لیکن مقتول بیچارہ کیوں جہنم میں جائے گا؟ آپ نے فرمایا: "اس نے بھی تو اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کیا تھا"[۵۱]
یہ حدیث بصراحت بتاتی ہے کہ جس مقتول نے قاتل مسلمان کے قتل کا ارادہ کیا، وہ بھی جہنمی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اپنے بھائی کے قتل کا ارادہ کر کے اس نے معصیت کا ارتکاب کیا اور پھر اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ہتھیار بھی اٹھایا۔ جرم کے ارتکاب کے سلسلے میں اسلحہ اٹھانا نقطۂ آغاز ہے، اس کے بعد یہ ممکن تھا کہ وہ اپنے بھائی کو قتل بھی کر دیتا، لیکن وہ ایسا نہ کر سکا مثلاً مضروب کا علاج ہوا اور وہ تندرست ہو گیا، یا ارادۂ قتل کرنے والا دوسرے کا کام تمام نہ کر سکا کیونکہ قتل کا نشانہ بننے والے نے پہلے ہی اس پر جوابی وار کر دیا وغیرہ۔ غرض یہ تمام کام ایسے ہیں جن کا ارتکاب، وہ شخص ارادۂ جرم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے کر رہا تھا لیکن وہ کچھ خارجی اسباب کی وجہ سے اپنے اس ارادے میں کامیاب نہ رہا۔ اور یہ ناکامی اس لیے نہ تھی کہ اس نے ارادہ ترک کر دیا تھا بلکہ جیسا کہ کہا گیا، بعض دوسرے اسباب کی بنا پر تھی۔

جس طرح ہم نے اوپر احادیث کی وضاحت کی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کی جان لینے کے درپے ہو اور اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے وہ ٹھوس اور محسوس کارروائی بھی کرے، لیکن وہ اپنے ارادے میں ناکام رہے، اس لیے نہیں کہ وہ اپنے ارادے سے پھر گیا ہے بلکہ بعض ایسے اسباب کی

---

[۵۱] الزواجر عن اقتراف الکبائر، ابن حجر ج ۲ ص ۹۲ - طبع اول، البابی حلبی، قاہرہ ۱۳۷۰ھ مطابق ۱۹۵۱ء۔

وجہ سے جو اس کے دائرۂ اختیار میں نہ تھے، تو یہ شخص اقدام قتل کا مجرم تصور ہوگا اور مستحق تعزیر ہوگا۔

چنانچہ اگر ایک شخص دوسرے کے قتل کا ارادہ کرکے، اس پر گولی چلائے اور گولی متضرر کو لگ جائے، یا وہ متضرر کو کسی دوسرے آلۂ قتل سے مارے اور وہ زخمی ہو جائے لیکن دونوں صورتوں میں طبی امداد کی وجہ سے متضرر مرنے سے بچ جائے، تو ان دونوں صورتوں میں مارنے والا اقدامِ قتل کا مجرم تصور ہوگا، کیونکہ متضرر کی موت واقع نہ ہونے کا سبب یہ نہ تھا کہ مجرم نے قتل کا ارادہ ترک کر دیا تھا بلکہ، وہ بروقت طبی امداد کی وجہ سے بچ نکلا۔ لہٰذا ایسا مجرم تعزیر کا مستحق ہوگا۔

کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ ایک آدمی دوسرے پر گولی چلاتا ہے تاکہ اُسے قتل کر دے لیکن نشانہ خطاء ہو جاتا ہے اور متضرر کو نقصان نہیں پہنچتا خواہ غلط نشانے کی وجہ سے یا کسی اور سبب سے۔ ایسی تمام صورتوں میں ایسے اقدامات کرنے والے شخص کو اقدامِ قتل کا مجرم اور قابلِ تعزیر قرار دیا جائے گا، بشرطیکہ اس نے ایسے خارجی اعمال کا ارتکاب کیا ہو، جن کے نتیجے میں بالعموم موت واقع ہو جاتی ہے اور ارتکاب جرم میں ناکامی ایسے اسباب کی وجہ سے ہوئی ہو، جن کا مجرم کے ارادے سے کوئی تعلق نہ ہو۔

اقدام جرم سے بالارادہ باز آجانا۔

اس سے قبل جن صورتوں کا ذکر ہوا ہے، وہ ایسی تھیں کہ ان میں جرم کے عدم ارتکاب کی وجہ یہ نہ تھی کہ مجرم ارادۂ جرم سے باز آگیا تھا وہ تو جرم کا ارتکاب بہرحال کرنا چاہتا تھا لیکن بعض خارجی اسباب کی وجہ سے وہ تکمیل جرم نہ کر سکا، لیکن، اگر صورت یہ ہو کہ مجرم نے دوسرے شخص پر اسلحہ اٹھایا لیکن اس نے ارادۃً اپنے مقصد کی تکمیل نہ کی اور خود اپنی مرضی سے ارتکاب جرم سے باز آگیا، تو اس صورت میں بھی مجرم کو تعزیری سزا دی جائے گی۔ کیونکہ ایک تو اس نے اپنے اس فعل سے دوسرے شخص کو ڈرایا، دوسرے یہ کہ اس کے قتل کا ارادہ کیا[1]۔ ایک

---

[1] السرخسی ج ۲۴ ص ۲۷، لکھتے ہیں: "ایک شخص تلوار نکالتا ہے تاکہ دوسرے کو قتل کر دے، لیکن وہ قتل نہیں کرتا۔ یا وہ چھری اور لاٹھی سے اس پر حملہ آور ہوتا ہے لیکن مارتا نہیں۔ کیا اُسے تعزیر دی جائے گی؟ انھوں نے فرمایا: ہاں، کیونکہ اس نے ایک مسلم کو خوفزدہ کرکے اور اس کے قتل کا ارادہ کرکے حرام کا ارتکاب کیا ہے" —— الفتاوی الاسعدیۃ ج ۱ ص ۱۵۸، اس میں لکھتے ہیں: "اس نے بغیر کسی وجہ کے ایک مسلم پر ارادۂ قتل سے اسلحہ اٹھایا، لیکن (باقی بر صفحہ آئندہ)

اس لئے یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر مجرم نے ارادۃً اس فعل کو ترک کر دیا ہے تو اس صورت میں اُسے اقدامِ جرم سے بری قرار دیا جائے تاکہ وہ ارتکاب جرم سے پہلے یہ موقع پا سکے کہ اگر وہ ضبط سے کام لے کر ارتکاب جرم سے باز آ گیا تو سزا سے بچ جائے گا۔ کیونکہ اس صورت میں، اُسے واضح طور پر اپنا فائدہ نظر آئے گا۔

لیکن اقدام جرم سے عمداً رُک جانے کا یہ فائدہ صرف قوانین جدیدہ رائج ہونے کی صورت ہی میں مقصود ہے، کیونکہ ان قوانین میں بالعموم اقدام جرم کے مرتکب کو بعینہ یا تقریباً وہی سزا دی جاتی ہے جو تکمیل جرم کی حالت میں مجرم کو دی جاتی ہے۔ قوانین شرعیہ کے معاملے میں یہ بات درست نہیں ہے۔ قوانین مروجہ میں بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مجرم سزا سے بچنے کے لیے اتمام جرم سے باز رہتا ہے۔ پس جو مجرم یہ جانتا ہو کہ جرم کے آغاز و اقدام کے بعد اگر وہ ارادۃً بھی تکمیل جرم سے دست کش ہو جائے تب بھی اُسے سزا اتنی ہی یا اس کے قریب قریب ملے گی، جو تکمیل جرم کے لیے مقرر ہے، اس کے اندر اختیاری و ارادی طور پر جرم سے باز رہنے کا کوئی جذبہ اور داعیہ باقی نہیں رہے گا۔ اس لیے اقدامِ جرم کے بعد اپنے ارادہ و اختیار کے ساتھ تکمیلِ جرم سے رُک جانے کی صورت میں بھی انتہائی سزا دے ڈالنا حکمت تادیب کے منافی ہے۔

اسلامی قانون میں معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ اس میں اقدام جرم کی سزا تعزیری ہوتی ہے۔ اور تعزیری سزا زیر نظر مقدمہ کی صورت حال، جرم اور مجرم کے مختلف حالات کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے جو شخص اقدام جرم کر کے بھی ارتکاب جرم سے ارادۃً باز آ جاتا ہے، اسے اس کے حالات کے مطابق ہی سزا دی جائے گی۔ اور سزا دیتے وقت اس کے انفرادی اقدامات کو سامنے رکھا جائے گا۔ لیکن یہ سزا بالعموم اس جرم کے لیے مقررہ سزا سے بدرجہا کم ہو گی۔ اس لیے اسلامی قانون کے نفاذ کی صورت میں مجرم کے سامنے وہ حالات نہ ہوں گے جو اُسے ارتکاب جرم کی طرف راغب کر دیں جیسا کہ جدید قانون میں ہے۔ اس قانون میں جب وہ یہ دیکھتا ہے کہ اقدامِ جرم کے بعد بھی اُسے وہی سزا ملے گی جو اتمامِ جرم کے بعد ملے گی، تو وہ بہر حال جرم کا ارتکاب کر گزرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

تاہم اس میں شک نہیں کہ جو مجرم تکمیلِ جرم سے رُک جاتا ہے، وہ بھی بالفعل آغازِ جرم کا مرتکب ہو جاتا ہے

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اس نے اسلحہ رکھ دیا تو اسے اس ناپسندیدہ فعل کے ارتکاب پر بطور زجر تعزیری سزا دی جائے گی۔

اور اس سے ایسے افعال صادر ہوتے ہیں، جن سے اس کا ارادہ واضح ہو جاتا ہے۔ مزید برآں اس کے ارادۂ قتل کی بنا پر جرم کا نشانہ بننے والے شخص کو خوف و خطر لاحق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا ایسے شخص کو تعزیری سزا دینا بھی ضروری ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ اسلامی قانون جدید قانون کے مقابلے میں اس لحاظ سے افضل ہے کہ اس نے اقدام جرم اور تکمیل جرم میں تفریق کرنے کے ساتھ ساتھ دونوں کے لیے سزا بھی مقرر کر دی ہے۔ اقدام جرم کے سلسلے میں کیے جانے والی بعض کارروائیاں بذاتِ خود بھی خطرناک اور مضر ہوتی ہیں اور ارادۂ ارتکاب جرم سے باز آ جانے والے کو بالکل بری الذمہ قرار دینے کا نتیجہ یہ ہو سکتا ہے کہ مجرم ہر قسم کی سزا سے بچ نکلے۔

بقیہ اشارات

پارٹی کے اندر ایسے سادہ لوح لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو اس خوش فہمی میں ہیں کہ ہم اب با آسانی قرآن کے احکام کے مطابق اپنی روزانہ زندگی بسر کر سکتے ہیں۔ ان حضرات کے بارے میں یہی کہا جا سکتا ہے کہ گذشتہ ۸ سال کے اندر انھوں نے اپنے ابتدائی اسباق بھی اچھی طرح ذہن نشین نہیں کیے۔ اسلام تاجرانہ سرمایہ داری کا نام ہے۔ اسلام جاگیرداری کا ستون ہے۔ اسلام نے مسلم اقوام اور متمدن اقوام کے مابین دیوار چین حائل کر رکھی ہے۔ یہ مسلمان کی ترقی کی راہ کا سنگ گراں ہے اس نے مسلمانوں کے اندر متمدن زندگی اختیار کرنے کا شوق پامال کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام کی مبہم تعلیمات کے تحت جتنی اسلامی ریاستیں وجود میں آئی ہیں ان کا مزاج تمام تر قرون وسطی کی خرافات سے ہم آہنگ ہے۔ یہ ریاستیں یورپی سامراج کی گرفت میں ہیں۔ اسلام نے انسانوں کو غلامی کا سبق دیا ہے۔ قرآن کیا ہے، شخصی ملکیت اور انفرادی سرمایہ داری کا آئینہ ہے [1]

(باقی)

[1] یہ ایک تقریر کا اقتباس ہے جو ایک نام نہاد مسلمان مصطفی کولیف نے اجتماعی فارم کی طرح ڈالنے سے پہلے چھوٹے چھوٹے زمینداروں کے ایک اجتماع میں کی تھی۔ اخبار کمیونسٹ باکو، آذربائیجان۔ شمارہ و بابت ۲۶ جون ۱۹۲۸ء